بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

بھارت نے قوت وطاقت کے نشے میں بدمست ہو کر پاکستان کے خلاف جس جارحیت اور جس ظلم وزیادتی کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ کی ایک بڑی المناک داستان ہے اسے دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ بھارت کے حکمرانوں کی عقلیں شریف اور انصاف پسند اشخاص سے اب بالکل خالی ہو چکی ہیں اور وہاں کے متقدر طبقہ کے پیشِ نظر اندھی بہری قوت سے پاکستان کو ختم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں۔ اُس کے سر میں صرف یہی ایک سودا سمایا ہوا ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے اس خطہ کو برباد کر دیا جائے۔

بھارتی حکمرانوں کا یہ جارحانہ طرزِ عمل کسی وقتی ہیجان کا نتیجہ نہیں بلکہ جنگ کے جن شعلوں کو اُس نے آج بھڑکایا ہے اُس کی چنگاریاں قیامِ پاکستان سے بھی بہت پہلے ان کے دلوں میں سلگ رہی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو ہندو نے دل کی گہرائیوں سے آج تک قبول نہیں کیا اور اُس کے قیام کو اُس نے ہمیشہ اپنی ناکامی کا داغ سمجھتے ہوئے اُسے مٹانے کی کوشش کی ہے تقسیمِ ملک سے پہلے نہتی مسلم آبادیوں پر جس وحشت اور بربریت کے مظاہرے کیے گئے، کشمیر میں جس بد دیانتی اور ظلم کے ساتھ وہاں کے عوام کو اُن کے حقِ خود ارادیت سے محروم رکھا گیا اور اب جن ناپاک عزائم کے ساتھ اپنے پڑوسی اور امن پسند ملک پر یلغار کی ہے، وہ سب اُس بغض وعناد کے گھناؤنے نتائج ہیں جنھیں وہ برسہا برس سے سینوں میں پال رہا ہے۔

پاکستان کا موقف اس معاملے میں بالکل واضح اور سو فیصد مبنی بر انصاف ہے۔ اُس کا

دعویٰ یہ ہے کہ جب تقسیمِ ملک کے وقت یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقے پاکستان میں شامل ہوں گے، تو ہندوستان کو پہلے خود ہی کشمیر پاکستان کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ پھر ریاستوں کے بارے میں بھی یہ اصول مانا جا چکا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان میں سے کسی ایک کے ساتھ ان کے الحاق کا فیصلہ ان کے باشندوں کی مرضی سے ہوگا۔ مگر ہندوستان نے اس اصول کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور تقسیم کے زمانے کی مخصوص صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کشمیر پر قبضہ جما لیا۔ اس معاملہ میں ہندوستان نے جس مکر و فریب، جس عیاری اور چالاکی، جس بدعہدی اور وعدہ خلافی، اور جس بے اصولی کا ثبوت دیا ہے وہ بڑی شرمناک ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک قوم محض قوت کے بل بوتے پر ان سارے اخلاقی اصول و ضوابط کو پامال کر رہی ہے جو ہمیشہ سے انسانیت کی اساس رہے ہیں۔ دنیا میں درندے بھی کچھ ضابطے رکھتے ہیں لیکن "اہنسا" کے علمبرداروں کا کوئی ضابطہ نہیں۔ جن سنگھ اور اسی قبیل کی دوسری مسلم کش جماعتیں اگر اس قسم کی دیوانگی کا مظاہرہ کریں تو بات سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن انسان اس وقت حیران و ششدر رہ جاتا ہے جب وہ ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے اخوتِ انسانی کے دعویدار اور ونوبا بھاوے جیسے بھگت کی زبان سے اس وحشت کی تائید میں باتیں سنتا ہے، اس اندوہناک صورتِ حال کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے با اثر طبقے میں اب کوئی ایک بھی رجلِ رشید نہیں رہا اور پوری قوم کا اخلاقی اعتبار سے دیوالہ نکل چکا ہے۔

پھر مسئلہ کشمیر کا ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ جو دنیا کی قوموں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی ہے، اس نے بھی پاکستان کے جائز اور برحق موقف کی تائید کے لیے کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا بلکہ اب چند سالوں سے ایک ایسی روش اختیار کی ہے جو اخلاقی نقطۂ نظر سے انتہائی ناپسندیدہ اور تباہ کن ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب کشمیری عوام نے اپنے مستقبل کے فیصلے کے لیے جدوجہد شروع کی اور پاکستان نے ان کے

اس جائز حق کے حصول کے لیے اُن کی طرف دستِ تعاون بڑھانا چاہا تو اقوامِ متحدہ فوراً درمیان میں کود پڑی اور اس نے اپنی قرارداد کے ذریعہ پوری دنیا کو یقین دلایا کہ ریاست کا الحاق وہاں کے باشندوں کی رائے سے ہوگا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بار بار اس امر کا اعلان کیا کہ وادیٔ کشمیر میں امن بحال ہونے کے ساتھ ہی یو۔این۔او کی نگرانی میں رائے شماری کا انتظام کیا جائیگا اور کشمیری عوام کو اس بات کا پورا موقع دیا جائے گا کہ وہ آزادی کے ساتھ جس طرح چاہیں ریاست کے الحاق کا فیصلہ کریں۔

یو۔این۔او جو عملی اعتبار سے امریکہ کی باندی ہے چند سال تک کشمیر کے بارے میں اپنی قرارداد کو وقتاً فوقتاً دُہراتی رہی لیکن قوت وطاقت رکھنے کے باوجود اُس نے اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ اگر چاہتی تو کشمیر کا مسئلہ کبھی کا حل ہو چکا ہوتا۔ لیکن چونکہ امریکہ ہندوستان کو ناراض نہ کرنا چاہتا تھا بلکہ اشتراکی دنیا کے اُبھرتے ہوئے اقتدار کے خلاف بھارت اور پاکستان دونوں کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے اس نے بڑی منافقانہ روش اختیار کی۔ کشمیر پر ہندوستان کے غاصبانہ قبضہ کو اور وہاں کے عوام پر اُس کے مظالم کو صبح و شام دیکھنے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ بڑا معنی خیز سکوت اختیار کیے رہا۔ اس کے علاوہ بھارت کو ہر قسم کی امداد بھی دیتا رہا تاکہ اُسے احساس ہو کہ اُس کے اس غاصبانہ قبضے اور اخلاق سوز طرزِ عمل سے اُس کے آقائے ولی نعمت کے دل میں کوئی تکدر پیدا نہیں ہوا۔ دوسری طرف امریکہ نے پاکستان کو کچھ مالی امداد دے کر اس کی آزادی کا سودا کرنا چاہا۔ اُس کا خیال یہ تھا کہ یہ قوم چند ڈالروں کے عوض اپنی عزت، اپنی غیرت اور اپنی آزادی کو اس کے ہاتھ بیچ دے گی اور اُس کی غلامی کا قلادہ گلے میں پہننے کے بعد اُس کے سامراجی عزائم کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے نہ صرف کشمیر کے جائز حق سے دستبردار ہو گی بلکہ ہر اُس آگ میں اپنے آپ کو جھونکنے پر بھی آمادہ ہو جائے گی جس میں امریکہ اسے جھونکنا چاہتا ہے۔

یو، این، او کی منافقانہ روش اور امریکہ کی یہ دورنگی پالیسی کئی سال تک برابر چلتی رہی، یہاں تک کہ آج سے تین برس پیشتر "چچا سام" کے ناپاک عزائم بالکل کھل کر سامنے آگئے اور اُس نے چین کے خطرے کو بہانہ بنا کر ہندوستان کو بے حد وحساب فوجی امداد دینی شروع کر دی۔ پاکستان اور دوسرے انصاف پسند ممالک نے اُس کی اِن "نوازشات" پر سخت اعتراض کیا اور اس بات کا خدشہ ظاہر کیا کہ ان سے نہ صرف ایشیا میں توازنِ اقتدار بگڑے گا بلکہ کمزور قوموں کی آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ہندوستان جس کے سر پر کئی برس سے جنگ کا جنون سوار ہے اور جس کی آنکھوں میں خوفناک خون جھلک رہا ہے، ان جدید ہتھیاروں سے لیس ہونے کے بعد پورے ایشیا کے امن کو غارت کر کے رکھ دیگا۔ مگر افسوس کہ کوئی احتجاج بھی امریکہ کے طرزِ فکر اور اُس کے طرزِ عمل کو متاثر نہ کرسکا اور اس نے نتائج سے یکسر بے پروا ہو کر بھارت کی بپھری ہوئی قوم کو آن کی آن میں نہایت خوفناک ہتھیاروں سے مسلح کر دیا۔ اس نے یہ قدم اس بات سے بالکل بے پروا ہو کر اٹھایا تھا کہ یہ مدد چین کے خلاف نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف استعمال ہوگی اور کشمیر کو ہضم کرنے کے لیے اس سے کام لیا جائیگا۔ اُس کی نظر میں امریکہ کے سامراجی عزائم دنیا کی ہر قیمتی سے قیمتی چیز سے زیادہ قابلِ ترجیح ہیں اور اسے کسی دوست کو اپنے ان عزائم پر قربان کر دینے میں تامّل نہیں ہے۔

اہلِ کشمیر پورے سولہ سال تک یو، این، او پر آس لگائے بیٹھے رہے کہ شاید کسی وقت اس کے دل میں اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو اور وہ اپنی منظور شدہ قرارداد کے مطابق کشمیریوں کو اُن کا جائز حق دلوانے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر افسوس کہ اہلِ کشمیر کی، اہلِ پاکستان کی، اور دنیا کی بعض دوسری انصاف پسند قوموں کی یاددہانیوں کے باوجود یو این او کے دل میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی، بلکہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اس مسئلے کی طرف سے اس کی بے اعتنائی بڑھتی چلی گئی۔ اس کی نگاہ میں یہ مسئلہ سرے سے کوئی اہمیت ہی نہ رکھتا تھا

کہ جس علاقے کی آبادی کو تمام دنیا کے سامنے حقِ خود اختیاری دلانے کا خود اس نے وعدہ کیا تھا اسے یہ حق ملتا ہے یا نہیں۔ اس نے ہندوستان کو علانیہ اہلِ کشمیر کے اس حق سے انکار کرتے دیکھا اور خاموشی اختیار کی۔ ہندوستان نے علی الاعلان کشمیر کو اپنے ملک کا ایک غیر منفک حصّہ قرار دے کر اسے زبردستی ہضم کرنے کی کوشش کی اور اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کشمیریوں نے اور پاکستان نے ہر ممکن طریق سے یو، این، او اور دنیا کی بڑی طاقتوں کو اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس دلایا اور انہیں یہ حقیقت ذہن نشین کرانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا کہ اس معاملے میں ان کا یہ تغافل بڑے سنگین نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہ دو ممالک کے درمیان کوئی وقتی یا ہنگامی نزاع نہیں بلکہ ایک قوم کی آزادی کا سوال ہے۔ یہ حق و انصاف کا مسئلہ ہے۔ یہ اندھی بہری طاقت کی یلغار ہے۔ امن پسند قوم کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ مگر افسوس کہ اس ضمن میں ساری کوششیں یو، این، او اور امریکہ کو حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یو، این او نے اس مسئلہ سے جس مجرمانہ تغافل کا ثبوت دیا ہے، اُسے دیکھ کر اس سے کسی خیر اور بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اہلِ کشمیر کے لیے اس سنگین صورتِ حال کو ایک غیر معین عرصہ تک برداشت کرتے چلے جانا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ وہ اس بات کے لیے سخت بے تاب تھے کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ جن اداروں یا قوموں سے انہیں انصاف کے ملنے کی توقع تھی انہوں نے ذاتی مصالح کی بنا پر حق کا خون کیا ہے تو پھر انہوں نے مایوس ہو کر خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے جائز حقوق کے حصول کا عزم کر لیا۔ اس غرض کے لیے ایک انقلابی کونسل معرضِ وجود میں آئی جس نے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کے سراسر ناجائز تسلط سے آزاد کرانے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ پاکستان کے لیے یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ وہ حق و باطل اور ظلم و انصاف کی اس کشمکش میں ایک غیر متعلق تماشائی بن کر رہتا۔ اُس نے انقلابی کونسل کے اس اقدام کی تائید کی اور پوری

دنیا سے کھل کر کہا کہ یہ کونسل جو جدوجہد کر رہی ہے وہ اخلاقی اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہے اور پاکستان کی پوری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔

بھارت کے بدمست اقتدار نے اس صورتِ حال پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے اسے اپنی بے پناہ قوت و طاقت کے مظاہرے کا ایک نادر موقع سمجھا اور مسلح فوجوں کے ذریعہ آزاد کشمیر پر اندھا دھند حملہ کر دیا۔ اور اس طرح اُس جنگ بندی لائن کو توڑ ڈالا جسے بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا۔ پھر اُس نے طاقت کے زعم میں خود پاکستان کے حدود کے اندر اعوان شریف پر شدید گولہ باری کی۔ پاکستان نے جب اس پر جوابی کارروائی کی تو اُس نے لاہور پر کسی اعلانِ جنگ کے بغیر رات کی تاریکی میں دفعتاً حملہ کر دیا۔ آج بھارت کا پریس اور اس کا ریڈیو پوری دنیا میں دہائی دے رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ لیکن پاکستان کی زیادتی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بھارت کے حملے کے وقت لاہور کی سرحد پر سوائے ستلج رینجرز کی معمولی تعداد کے کوئی سپاہ نہ تھی۔ اگر پاکستان کی نیت جنگ کرنے کی ہوتی تو وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کا پوری طرح بندوبست کرتا اور دشمن کو مظالم ڈھانے کا ایک لمحہ کے لیے بھی موقع نہ دیتا۔ پاکستان اپنے ہمسایہ ملک بلکہ دنیا کے سارے ممالک کے ساتھ ہمیشہ امن اور دوستی کا خواہاں رہا ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ حملے کے دن تک اس کی نشرگاہوں سے ایک لفظ بھی ایسا نشر نہیں ہوا جو لوگوں کو جنگ پر اُبھارنے والا ہو۔ اس کے مقابلے میں بھارت کے اخبارات کا مطالعہ کیجیے اور اس کی نشریات سُنیے تو معلوم ہوگا کہ اس ملک کی عظیم اکثریت کے سر پر ۱۸ سال سے جنگ کا بھوت سوار ہے۔

لاہور پر بھارت کا اچانک حملہ کمینگی کا نہایت ہی اوچھا وار ہے۔ اس کے ذریعہ اُس نے پاکستان کی اُس سرحد کو توڑا ہے جسے بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ بھارت پاکستان کو غلام بنانے کا ناپاک عزم لیکر آگے بڑھا ہے۔ یہ ہماری آزادی کو چیلنج ہے اور اس کا جواب دینا ہمارا دینی فرض ہے۔ ہم نے خود جنگ کو دعوت نہیں دی بلکہ بھارت نے اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں جنگ ہم پر ٹھونس دی ہے۔ اِن حالات میں ہمارے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم ایک مقدس فرض کی ادائیگی کے لیے آگے بڑھیں۔ بھارت نے تمام اخلاقی حدود کو نظر انداز کرتے ہوئے جس طرح بے گناہ شہری آبادیوں کو اپنے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنایا ہے وہ انتہائی شرمناک ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ دشمن انسانیت کے تمام شریفانہ جذبات سے یکسر تہی دامن ہے۔

لاہور اور اس کے بعد سیالکوٹ پر جس خطرناک اسلحہ اور جن خوفناک ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا ہے اور پشاور، کوہاٹ، سرگودھا، لائل پور، ملتان، کراچی، رائے ونڈ، نارووال اور اسی طرح کی دوسری بے شمار شہری آبادیوں پر جس بے دردی کے ساتھ بم گرائے ہیں وہ اہنسا اور امن کے پجاریوں کے سیاہ باطن کی کھلی شہادت ہیں۔ ان لوگوں کی شقاوتِ قلبی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے سیالکوٹ اور کوہاٹ میں ہسپتالوں پر بمباری کی اور پشاور میں مساجد بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

ان حالات میں اہلِ پاکستان کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے اس مقدس ملک کی، جسے اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے لیے حاصل کیا گیا تھا، پوری طرح حفاظت کریں۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں جہاد کی جو مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں اُن میں ایک قسم دفاعی جہاد کی ہے جو اس وقت ہم سب پر فرض ہو گیا ہے:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (البقرہ۔ آیت ۱۹۰)

اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ. الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ. (الحج - ۳۹-۴۰)

اجازت دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا رب اللہ ہے"۔

اسلام میں جہاد دوسری عبادات کی طرح ایک عبادت ہے اس لیے ایک مسلمان کو اس میں اُسی خلوص اور جذب و شوق سے شریک ہونا چاہیے جس طرح کہ وہ دوسرے فرائض ادا کرنے کا متمنی رہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً (النساء - آیت ۷۷)

تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اب جو انہیں لڑائی کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں، جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔

پھر ایک دوسرے مقام پر جہاد سے گریز کرنے والوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ ان لوگوں کو آخرت کے مقابلے میں اِس دنیا کی چند روزہ زندگی زیادہ عزیز ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ. (التوبہ - ۳۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا۔

جہاد کو اسلامی عبادات میں کتنی اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ جو مسلمان زندگی میں جہاد کیے بغیر یا اس کی آرزو اور تمنا کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو جائے اُس کی موت ایک مومنِ صادق کی موت نہیں بلکہ منافق کی موت[1] ہے۔

جب جہاد کو اسلام نے ایک عبادت قرار دیا ہے تو لامحالہ اُس نے دیگر عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح اس کے بھی کچھ آداب مقرر کیے جن کی تفصیل قرآن و سنّت میں ملتی ہے:

قرآنِ حکیم میں جہاد کے جتنے احکام درج ہیں اُن میں ہر جگہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جہاد خالصتہً اللہ کی راہ میں ہو اور اس کے پیچھے کوئی دوسری غرض کارفرما نہ ہو۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ-۲۴۴) — اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور خوب جان رکھو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اس بات کا علم اُس سمیع و علیم ہستی کو ہے کہ کون کس غرض کے لیے آمادۂ پیکار ہے۔ جہاد کے لیے خلوص نیت پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ حضور سرورِ کائنات نے بہت سے مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ بلا ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ سے نکلتا ہے لیکن اس سے اُس کی غرض دنیاوی مال و متاع کا حصول ہے تو کیا اس شخص کو بھی ثواب ملے گا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسے اس سعی و جہد کا اللہ کے ہاں کوئی صلہ نہ ملے گا۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو انہیں کچھ تعجب ہوا اور اُس شخص کو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی۔ اس نے پھر دریافت کیا تو حضور سرورِ دوعالم نے دوبارہ وہی جواب دیا جو پہلے ارشاد فرما چکے تھے۔ اس شخص نے اسی

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد، باب ذم من مات ولم یغز ولم یحدث نفسہ بالغزو

امر کی تیسری بار صراحت چاہی تو حضورؐ نے تیسری مرتبہ بھی یہی بات ارشاد فرمائی۔[1]

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ دنیا کمانے کے لیے یا اپنی شہرت اور بہادری کا سکہ جمانے کی غرض سے جنگ نہیں کرتا بلکہ دنیا کی عارضی زندگی اور اس کے فانی مال ومتاع کے عوض آخرت کی ابدی اور اُس کی غیر فانی آسائشوں کا سودا کرتا ہے۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے جان کی بازی لگاتا ہے، بے کسوں اور بے بسوں کو ظلم واستبداد سے بچانے کے لیے، اور عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے اپنی متاعِ حیات کو قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ	تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس
اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ	مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ	جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ	ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے
أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا	باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔ (النساء ۴:۷۵)	کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

جہاد کا مقصد اور اُس کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم دورانِ جہاد اللہ اور اُس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات کو بھی برابر نگاہ میں رکھیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی چیز یہ ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ جب تم محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے میدانِ عمل میں نکل رہے ہو تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اللہ کو ہر آن یاد کرتے رہو۔ دوسرے تمہارے اندر غرور اور تکبر کا کوئی شائبہ تک نہ ہو بلکہ تم اللہ کے عاجز بندے بن کر، اُسی پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے آگے بڑھو۔ آپس میں محبت، اخوت اور احساسِ ہمدردی پیدا

[1] ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب فیمن یغزوا ویلتمس الدنیا

کرو۔ کسی وقتی ہیجان یا جوش میں آکر کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے تمہارے ساتھی تم سے کبیدہ خاطر ہوں۔ اپنے امیر لشکر کی پوری پوری اطاعت کرو کیونکہ میدانِ جنگ میں تم جس قدر نظم و ضبط اور اطاعتِ امر کا ثبوت دو گے اتنا ہی تمہارے قدم آگے بڑھیں گے۔ پھر مقابلہ کے وقت تمہارے پائے استقلال میں قطعاً کوئی لغزش نہ پیدا ہونی چاہیے اور تمہیں ہر حال میں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ -

(الانفال - ۴۵ تا ۴۷)

اے ایمان والو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو:

۱۔ ثابت قدم رہو

۲۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

۳۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۔ صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۵) اور ان لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرو جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں۔

پھر اسی سلسلہ میں مسلمانوں کو اس امر کی تلقین بھی کی گئی ہے کہ جب وہ محض خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے جہاد کے لیے نکلیں تو انہیں فتح و کامرانی کے لیے لازمی طور پر صرف اُسی قادرِ مطلق ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے جو سب سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ تو ضروری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری پوری تیاری کرے، اس کے لیے جتنا زیادہ سے زیادہ سامان فراہم کر سکتا ہے اُس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے لیکن فتح کے لیے ان دنیاوی اسباب کا سہارا لینے کے بجائے اُس مسبب الاسباب کا سہارا لے جس کے دستِ قدرت میں فتح و کامرانی کی کلید ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ۔ ۲۵-۲۶)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حنین کے روز اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو، اس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرّہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو بھی منکشف فرمایا ہے کہ کافر اگر میدانِ جنگ سے مُنہ موڑتا ہے تو اُس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غلطی سے یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ زندگی اور موت اُس کے اپنے اختیار میں ہے اس لیے وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا ہے۔ دوسرے وہ موت سے اس لیے گھبراتا ہے کہ اِس دنیا کی زندگی ہی اُس کا اصل سرمایہ ہے، اس دنیا سے پرے موت کی سرحد عبور کرنے کے بعد اُسے بجز تاریکی اور خوف کے کچھ نظر نہیں

آنا۔ لیکن ایک مسلمان کا معاملہ اُس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ دنیا اُس کے نزدیک محض امتحان اور آزمائش ہے۔ اُس کی حقیقی زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ اس آزمائش پر پورا اُتر کر انعام واکرام پانے کے لیے بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوتا ہے۔ دوسرے حیات وممات اُس کے عقیدہ کے مطابق اُس کے اپنے بس میں نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ میں ہے جس نے اُسے پیدا کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۔ (آل عمران - ۱۵۶ - ۱۵۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اُن کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز واقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہو جاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔ اللہ اس قسم کی باتوں کو اُن کے دلوں میں حسرت واندوہ کا سبب بنا دیتا ہے ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصے میں آئیگی وہ اُن ساری چیزوں سے بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

اسی حقیقت کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۔ (النساء ۱۰۴)

اور گروہ کفار کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو کافر نہیں رکھتے۔

جہاد کے سلسلے میں ایک بنیادی حقیقت یہ بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اس کی ذمہ داری صرف اُن لوگوں پر ہی عائد نہیں ہوتی جنہیں میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلے پر لڑنے کا حکم ملتا ہے بلکہ اس کے لیے ہر اُس شخص کو اپنا تن، من دھن ہر وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ دارالاسلام پر حملہ کی صورت میں جہاد پوری ملت پر فرض ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو دشمن سے لڑنے کے احکام صادر ہو جائیں انہیں یہ فرض میدانِ جنگ میں بڑی ثابت قدمی سے ادا کرنا چاہیے اور باقی امت کو نہ صرف ان جاں نثاروں کی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہییں بلکہ تمام وہ تدابیر اختیار کرنی چاہییں جن سے انہیں تقویت حاصل ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات نے بنی لحیان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ دو شخصوں میں سے ایک میدانِ جنگ کے لیے نکلے۔ باقی جو گھروں میں رہ گئے انہیں یہ تلقین فرمائی کہ اگر تم نے میدانِ جنگ میں شریک ہونے والوں کے گھر بار کی اچھی طرح خبر گیری کی تو تمہیں اُن سے نصف ثواب ملے گا۔[1]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں یُوں فرمایا کہ غازیوں کی ازواج کی حُرمت خانہ نشینوں پر ایسی ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت۔ اگر کوئی خانہ نشین ان بے کس عورتوں کو بُری نیت سے دیکھے تو قیامت کے دن ایسے بدطینت شخص کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر کے مجاہد سے کہا جائے گا کہ تم اس ظالم کی جتنی نیکیاں چاہتے ہو لے لو۔[2]

اس کے علاوہ کئی احادیث میں مسلمانوں کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ انہیں راہِ خدا میں لڑنے والوں کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں کسی بخل سے کام نہ لینا چاہیے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں قبیلہ اسلم کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور

---

[1] ابوداؤد - کتاب الجہاد

[2] ایضاً

میں جہاد کے لیے آرزومند ہوں مگر میرے پاس سازوسامان نہیں۔ حضور نے اُسے ایک ایسے شخص کے پاس جانے کا حکم دیا جس نے جہاد کی پوری طرح تیاری کر رکھی تھی لیکن عین وقت پر بیمار پڑ گیا۔ یہ نوجوان اُس کے گھر گیا اور اُسے حضور کا پیغام دیا۔ اس شخص نے اطلاع پاتے ہی اپنی خادمہ سے کہا کہ اس مجاہد کو پورا سامان دے دو، اور اس میں سے کوئی چیز بھی بچا کر نہ رکھنا۔ خدا کی قسم تو جو شے بچا کر رکھے گی اس میں قطعاً برکت نہ رہے گی۔[۱]

پھر دوسری جگہ حضور نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فقد غزا ومن خلفهٗ فی اھلہ بخیر فقد غزا[۲]	جس شخص نے کسی غازی کو سامان فراہم کیا تو اُس نے گویا جہاد کیا اور جس نے غازی کے گھر بار کی خبر رکھی اُس نے بھی جہاد کیا۔

جہاد کے لیے جتنی جان کی قربانی ضروری ہے اتنی ہی مال کی قربانی بھی لازمی ہے۔ کیونکہ مال کے بغیر جہاد کے لیے کماحقہٗ تیاری نہیں کی جا سکتی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مال وجان دونوں کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات - ۱۵)	حقیقی مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آئے پھر (اس میں کبھی) شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے اترنے والے ہیں۔

مفسرین کرام نے مال کی جان پر تقدیم کے کئی ایک اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ان سب

(باقی آخر میں)

۱؎ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ

۲؎ ایضاً

(بقیّہ اشارات)

کا خلاصہ یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں ذاتی اور جسمانی شرکت ہر شخص کے لیے ممکن نہیں لیکن مالی شرکت ہر ایک کے لیے آسان ہے۔ دوسرے جانی جہاد (یعنی لڑائی) کی ضرورت ہر وقت پیش نہیں آتی لیکن مالی جہاد کی ضرورت ہر وقت اور ہر آن رہتی ہے۔ تیسرے بعض لوگ اتنے بخیل ہوتے ہیں کہ مال کی محبت اُن کی جان کی محبت پر غالب ہوتی ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مال کو جان پر مقدم رکھ کر ہر قدم پر انسان کو اس کمزوری کے خطرناک نتائج سے خبردار کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے کئی دوسرے مقامات پر نہایت واضح الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ مال کا بخل بسا اوقات اُمت کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ - (البقرہ-۱۹۵) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

قرآن مجید میں جب صیغۂ جمع حاضر آتا ہے تو کبھی تو افراد مخاطب ہوتے ہیں اور کبھی جماعت یہاں اصل خطاب پوری امت سے بحیثیت مجموعی ہے اور بیان یہ حقیقت ہو رہی ہے کہ افرادِ امت نے اگر جہاد و قتال سے جان چُرائی اور مجاہدین کو مالی امداد دینے سے بخل کیا تو نتیجہ لازمی طور پر ساری امت کی تباہی و بربادی اور ہلاکت کی صورت میں رونما ہوگا جس سے وہ افراد بھی نہ بچیں گے جنہوں نے بخل کیا ہو۔

اس آیت کے شانِ نزول میں اس کا جو پس منظر بیان کیا گیا ہے، اس سے اس کے مضمرات کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے۔ حضرت ابوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں اتری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام کو غالب کر دیا تو انصار نے اس نہج پر سوچنا شروع کیا کہ اب جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے انہیں اپنی ساری توجہ اپنے مال و متاع کی حفاظت اور باغوں کی دیکھ

بھال پر صرف کرنی چاہیے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے محولہ بالا آیت نازل فرمائی۔ یہاں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مال و متاع میں مگن رہیں، اور اُس کے حصول اور حفاظت کے لیے فکرمند رہیں اور جہاد ترک کر دیں[1]۔

دورانِ جہاد شہری آبادی پر جو دیگر فرائض عائد ہوتے ہیں اُن میں سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ مالک الملک کی تائید و نصرت کے لیے اُس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو، اپنے عساکر کی فتح اور دشمن کی شکست کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگے اور ایسی تمام حرکات اور ایسے تمام افعال سے پُوری طرح اجتناب کرے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہیں۔ عوام کے اندر باہمی تعاون، ہمدردی، جذبۂ ایثار اور احساسِ ذمّہ داری پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جب تک پوری قوم یک جان ہو کر اپنی تمام قوتوں کو منظم طریق سے ایک راہ پر نہیں لگاتی اس وقت تک اس آزمائش میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ جس طرح مجاہدوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں پوری طرح ثابت قدم رہیں اسی طرح شہری آبادی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی سراسیمہ نہ ہونے پائے۔ کیونکہ اگر وہ سراسیمگی کا شکار ہو گئی تو میدانِ جنگ میں لڑنے والوں کے حوصلے بھی پست ہو جائیں گے۔ دوسری جنگِ عظیم میں فرانس کی شکست میں اتنا دخل فوج کی کمزوری کا نہ تھا جتنا کہ عوام کی بزدلی کا تھا۔ ہٹلر کے پہلے حملے کے ساتھ ہی پُوری قوم سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کی پوری انتظامی مشینری یکسر معطل ہو کر رہ گئی۔ شاہراہوں پر لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے فوج کی نقل و حرکت میں شدید دشواری پیش آئی اور اس طرح یہ قوم اپنی بُزدلی کی وجہ سے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی۔ لڑائی کو حدیث میں ڈول سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سمت اور رُخ بدلتے رہتے ہیں اس لیے دشمن کے ذرا سے دباؤ کو دیکھ کر

---

[1] ابوداوٗد۔ کتاب الجہاد: باب فی قولہ عزوجل وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ . . .

انسان کو قطعی پریشان خاطر نہ ہونا چاہیے۔ ہم اپنے خالق و مالک کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہماری سپاہ کو اتنی طاقت دی کہ اُس نے تعداد اور اسلحہ کی کمی کے باوجود دشمن کے چھکے چھڑا دیئے ہیں اور جرأت، بلند حوصلگی، صبر و ثبات کے بعض ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جنہیں دیکھ کر صدرِ اوّل کے مجاہدوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہماری فوج انشاء اللہ ملک کی حفاظت اور دشمن کی شکست کے لیے پوری پوری جدوجہد کرے گی اور اس معاملے میں بفضلِ ایزدی کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہم پر بھی خدا کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اُسے تقویت بہم پہنچانے کا پوری طرح سامان کریں۔ اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے اُس کے حوصلے پست ہونے کا خطرہ ہو۔

سول سروس کو "دفاع کا سلسلۂ ثانی" کہا جاتا ہے۔ جتنی یہ سروس مستعد ہو گی اتنا ہی دفاع مضبوط ہو گا۔ اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ سول سروس کے ارکان ان مخدوش حالات میں اپنی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس کریں اور زیادہ مستعد، ایماندار اور ہمدرد بن کر قوم کی خدمت کریں۔ جنگ کے دوران عوام کو بیشمار مصائب اور تکلیفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر سول سروس انہیں دُور کرنے میں تعاون نہ کرے تو اس سے عوام کے اندر بددلی پھیلتی ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ انگلستان نے دوسری جنگِ عظیم میں عوام اور سول سروس کے بے مثال تعاون کی وجہ سے فتح حاصل کی ہے۔

اسی سلسلہ میں ہم ایک گزارش اس ملک کے طبقۂ امراء سے بھی کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ وقت ایثار کا ہے، ناجائز انتفاع کا نہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد جو بے پناہ دولت اس کے ہاتھ لگی ہے وہ اس کے حُسنِ تدبیر کا نتیجہ نہیں بلکہ آزادی کا ثمرہ ہے۔ اسے اس آزادی کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ ایثار کرنا چاہیے۔ یُوں تو اس کے لیے خدمت کرنے کے کئی میدان کھلے ہیں لیکن خاص طور پر اسے چار باتوں کی طرف پوری توجہ دینا چاہیے۔ اوّل یہ کہ

قومی دفاعی فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقم جمع ہو تاکہ ہماری کوئی جنگی ضرورت محض روپے کی کمی کی وجہ سے پوری ہونے سے نہ رہ جائے۔

دوسرے اس امر کا التزام کہ جنگ کے دوران منافع خور قوم پر عذاب بن کر مسلط نہ ہو سکیں۔ جنگ کی وجہ سے چونکہ اشیاء کی قلت ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے بعض ظالم اور سنگ دل سرمایہ دار اس موقع سے فائدہ اٹھا کر چور بازاری شروع کر دیتے ہیں۔ اس ذہنیت کا مظاہرہ کرنے والوں کی جتنی بھی حوصلہ شکنی کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ قوم کے ساتھ اس سے بڑی غداری اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کے نوجوان تو اپنی جانوں پر کھیل کر وطن کی حفاظت کریں اور یہ طالع آزما اس سنگین صورت حال میں عوام کی بے بسی سے فائدہ اٹھا کر اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہوں۔

تیسرے صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کو یہ امر بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ چند ماہ یا چند سال بھی کارخانے بند کر دیتے ہیں تو انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ انہوں نے پہلے ہی سے اپنے پاس اتنی کثیر دولت سمیٹ رکھی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کچھ مزید کمائے بڑی آسانی کے ساتھ اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے ہر قسم کی آسائشیں اور تعیشات فراہم کر سکتے ہیں۔ لیکن مزدوروں کی حالت اس سے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ اُن بیچاروں کے معاوضے اتنے کم ہوتے ہیں کہ وہ بمشکل اپنے جسم و جان کے رشتہ کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ان کے پاس بیکاری کے دنوں کے لیے کوئی اثاثہ نہیں ہوتا۔ اب اگر سرمایہ دار اپنے مفادات اور مصالح کی وجہ سے کارخانہ بند کر دیتا ہے تو نہ صرف لاکھوں مزدور بیکار ہو جاتے ہیں بلکہ اُن کے خاندانوں پر بھی مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ سرمایہ دار سُود و زیاں کے نقطۂ نظر سے سوچنے کی جگہ اِن حالات میں خالص انسانی نقطۂ نظر سے معاملہ کرے اور کام میں تعطّل نہ پیدا ہونے دے تاکہ معاشی زندگی کی جو تے رواں حیاتِ اجتماعی کے سارے شعبوں کو حسبِ معمول سیراب کرتی رہے اور کسی گوشے میں بھی محرومی کا کوئی اثر نمایاں نہ ہونے پائے۔

اس جنگ میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہیں ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے دوسری

مرتبہ گھر بار چھوڑنا پڑا ہے۔ ان میں سے کافی تعداد ان بے کسوں کی ہے جو شدید مصائب کا شکار ہیں۔ ان کے حوصلے بلاشبہ بلند اور ارادے مضبوط ہیں مگر گھر بار لُٹنے کی وجہ سے وہ اس وقت انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ ان کی اعانت اور دستگیری کی بھی اشد ضرورت ہے ملک کے زرداروں کو ان کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔

یہ پوری قوم کے لیے امتحان کا وقت ہے۔ یہ ہمارے ایمان باللہ کے دعویٰ کا امتحان ہے۔ ہمارے تدبّر و تفکر کا امتحان ہے۔ ہماری بصیرت اور فہم و فراست کا امتحان ہے۔ ہمارے خلوص اور صبر و ثبات کا امتحان ہے۔ اس امتحان میں کامیابی پر ہی ہمیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی توقع ہو سکتی ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۔	کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

ان سطور کی کتابت ہو چکی تھی کہ یو، این، او کی سلامتی کونسل اور دنیا بھر کی قوموں کے اصرار پر پاکستان کو جنگ بندی کا اعلان کرنا پڑا۔ ہمارے نزدیک سلامتی کونسل کی وہ قرارداد جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے وہ بالکل مبہم اور غیر واضح ہے اور اس سے اس امر کی ضمانت نہیں ملتی کہ مسئلہ کشمیر کا تصفیہ یو، این، او کی پہلی قراردادوں اور خود ہندوستان کے اپنے تسلیم کردہ

بین الاقوامی فیصلوں کے مطابق استصواب کی بنیاد پر ہوگا۔ نیز اس میں یہ وضاحت بھی موجود نہیں کہ اس نازک مسئلہ کا حل آخر کب اور کس وقت کیا جائے گا۔ ان حالات میں پاکستانی عوام کے ذہنوں میں امن کے اس ادارہ کی نیت کے بارے میں مختلف خدشات کا پیدا ہونا بالکل فطری امر ہے۔ کسی فرد یا ادارہ پر اس کے گذشتہ کردار اور طرزِ عمل سے ہی اعتماد پیدا ہوتا ہے اور وہ اگر ایک مرتبہ متزلزل ہو جائے تو مشکل ہی سے بحال ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات بڑے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتی ہے کہ پاکستان کے عوام اور دنیا کی دوسری انصاف پسند قومیں یو، این، او کے طرزِ عمل کے بارے میں اپنے دل و دماغ میں بڑی تلخ یادیں رکھتی ہیں۔ وہ یہ سوچنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ جس سلامتی کونسل نے ۱۸ سال تک اس مسئلہ کو کھٹائی میں ڈالے رکھا اور قوت و طاقت کے باوجود اس کے حل کرنے کے لیے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا وہ اب اسے اپنے مخصوص مصالح کے پیش نظر ایک غیر معیّن عرصہ کے لیے پھر تعویق میں ڈال سکتی ہے۔

ایسی مبہم قرارداد کی بنیاد پر بلا تعیّنِ مدت جنگ بندی کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جنگ بندی لائن کے اُس پار ہندوستان کو کشمیری مسلمانوں کے استیصال اور کشمیر کو ہضم کرنے کا پھر موقع مل جائے جیسا کہ پہلے سالہا سال سے اس کو ملتا رہا ہے۔ ان خدشات کی بنا پر ہماری رائے تو یہ تھی کہ سلامتی کونسل کی طرف سے کشمیر کے مسئلے میں استصوابِ رائے کی غیر مبہم قرارداد اور اس استصواب کی تاریخ کے واضح تعیّن کے بغیر جنگ بندی نہ ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اب جبکہ سلامتی کونسل کی قرارداد کی بنیاد پر ہماری حکومت نے جنگ بندی قبول کر لی ہے اور اس کے ساتھ ہمارے وزیر خارجہ نے بالکل واضح الفاظ میں اس مسئلہ کے حل کے لیے تین ماہ کی مدت کا اعلان کر دیا ہے، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جس امید پر یہ کام کیا گیا ہے وہ باحسن طریق پایۂ تکمیل تک پہنچے اور یہ مسئلہ جنگ و جدال سے نہیں بلکہ پُر امن طریق سے حق و انصاف کے تقاضوں کے مطابق طے ہو جائے۔ سلامتی کونسل کے لیے اپنے مجروح اعتماد کو بحال کرنے کا یہ ایک نادر موقع ہے۔ اگر اس نے قوت، جرأت، تدبّر اور انصاف سے کام لے کر اس سلسلہ میں کوئی مؤثر

قدم اٹھایا تو نہ صرف پاک و ہند کی سرزمین خون ریزی سے بچ جائے گی بلکہ یو۔این۔او کے وقار میں بھی اضافہ ہوگا اور قومیں بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے نزاعی امور کے فیصلے کے لیے اس کی طرف رجوع کریں گی۔لیکن اگر اس نے اس نازک وقت میں بڑے ممالک کے سامراجی عزائم کی پاسبانی کرتے ہوئے حق و انصاف کا خون کیا تو اس کی ساکھ کو ایک ایسا شدید نقصان پہنچے گا جس کی تلافی شاید ممکن نہ ہو۔

دنیا کا کوئی شخص جو اپنے اندر کوئی معمولی اخلاقی حس بھی رکھتا ہو، ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں امن کی خواہش نہ ہو۔اور یہ بات تو ایک لمحہ کے لیے بھی تصوّر نہیں کی جا سکتی کہ ایک مسلمان جسے اخلاق کے نوامیس عالیہ کی حفاظت کے لیے دنیا میں پیدا کیا گیا ہے، کبھی یہ پسند کرے گا کہ جو کام پُرامن طریق سے طے کرنا کسی طرح بھی ممکن ہو اُس کے لیے جنگ کو دعوت دے۔خونریزی کوئی پسندیدہ مشغلہ نہیں ہے بلکہ انتہائی مجبوری کی حالت ہی میں اسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔لیکن جب دنیا کی ظالم طاقتیں مسلمان کے لیے جینا محال کر دیں جب قوت و طاقت کے زعم میں وہ اُس کے جائز حقوق پر دست درازی کرنا شروع کر دیں تو پھر اسلام اس قدم کو جرأت اور مردانگی سے اٹھانے کی تلقین کرتا ہے۔حق و انصاف کا خون انسانوں کے خون سے زیادہ افسوسناک اور دُور رس نتائج کا حامل ہے۔افراد کے خون سے انسانوں کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے مگر حق و انصاف کے خون سے پُوری انسانیت کا چراغ گُل ہوتا ہے۔اِسی بنا پر اسلام نے حق کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے انسانی جان تک کو قربان کر دینے کی ہدایت کی ہے۔

پاکستان کی حکومت اور اس کے باشندوں کو بڑی چوکسی اور بیدار مغزی کے ساتھ حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ امنِ عالم کی علمبردار تنظیم حق و انصاف کے تقاضوں کو کس طرح پُورا کرتی ہے۔مگر اس کے ساتھ ساتھ اُنہیں اس بات کے لیے

بھی ہر وقت تیار رہنا چاہیے کہ اگر خدانخواستہ یو، این، او نے اپنی سابقہ روش کے مطابق ٹال مٹول کی پالیسی اختیار کی اور مدت مقررہ کے اندر مسئلہ کشمیر کا کوئی منصفانہ حل تلاش کرنے میں کوتاہی برتی تو پھر محض اللہ کے بھروسے پر، حق و انصاف کے حصول کے لیے انہیں خود آگے بڑھنا ہوگا اور اہلِ کشمیر کو جبر و استبداد سے نجات دلانی ہوگی۔

اہلِ پاکستان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس وقت صرف آتشباری بند ہوگئی ہے، اصل کشمیر کو ان کا حقِ خود ارادیت دلوانے کے لیے جو جہاد شروع ہوا تھا وہ ختم نہیں ہو گیا ہے۔ بطنِ مستقبل میں کیا پنہاں ہے اُس کے بارے میں کوئی چیز بھی حتمی اور یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن حالات کا دھارا جس رُخ بہ رہا ہے اُسے دیکھتے ہوئے یہ چیز قطعاً بعید از قیاس نہیں کہ کسی وقت پہلے سے بھی بڑے اور شدید تصادم کی نوبت آجائے۔ اس بنا پر یہ چیز انتہائی ضروری ہے کہ جنگ بندی کے باوجود جہاد کے سلسلے کی تمام سرگرمیوں کو نہ صرف پوری طرح جاری رکھا جائے بلکہ انہیں تیز تر کر دیا جائے۔ خاص طور پر ان مخدوش حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا جو ایک عام جذبہ سارے ملک میں اُبھر آیا ہے اُسے نہ صرف برقرار رکھنے بلکہ مزید نشو و نما دینے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں اس جنگ میں دشمن کے مقابلے میں جو حیرت انگیز کامیابی نصیب ہوئی ہے، اُس میں ہماری کسی طاقت اور ہنر مندی کو دخل نہیں بلکہ وہ سراسر اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی رحمت کی رہینِ منت ہے۔ اس لیے اپنے خالق و مالک کے ساتھ ہمیں اپنے تعلق کو اور زیادہ مضبوط کرنا چاہیے۔ یہ تعلق جتنا گہرا ہوگا اتنے ہی زیادہ ہم قادرِ مطلق کی رحمت و نصرت کے مستحق ہوں گے اور اسی نسبت سے دنیاوی سہاروں سے بے نیاز ہوتے چلے جائیں گے۔

حکومت کو بھی یہ موقع غنیمت سمجھ کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے اور ملک کے باشندوں کو جنگ کے لیے پوری طرح تیار کرنا چاہیے۔ ان حالات میں یہ انتہائی ضروری

ہے کہ وہ ایک طرف اُن سارے منکرات کو مٹانے کی فکر کرے جو قوم کے اندر عیش پسندی، سہل انگاری، اور فسق و فجور کو پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں اور دوسری طرف وہ ساری تدابیر عمل میں لائے جن سے ملک کے سارے طبقوں میں دشمن سے نبرد آزما ہونے کی قوت و طاقت پیدا ہو سکے۔

بچّوں اور خواتین کے لیے بہترین تحفے

بچوں کے لیے : پندرہ روزہ "نور" اچھرہ لاہور

زرِ سالانہ ۴-۵۰ فی پرچہ ۲۵ پیسے

۱۔ چھٹن خاں کے سات صندوق ۶۲ پیسے

۲۔ ننھا سہیل ۶۲ "

۳۔ گھمنڈی گرگٹ۔ ابن فرید ۳۷ "

۴۔ ٹھوک کا مکان " ۵۹ "

۵۔ آپ بیتی نمبر "نور" ۷۵ "

خواتین اور لڑکیوں کے لیے

۶۔ ماہنامہ "بتول" اچھرہ، لاہور

زرِ سالانہ ۵ روپے فی پرچہ ۵۰ پیسے

۷۔ تاجدار مدینہ کی شہزادیاں ۸۷ پیسے

۸۔ خدا کی غلامی ۳۱ "

۹۔ خدا کی حکومت ۳۱ "

۱۰۔ صادقہ (مجموعہ احادیث) ۱-۵۰ روپیہ

۱۱۔ ہم کیسے رہیں۔ ابن فرید ۲ روپے

۱۲۔ زندگی کا سلیقہ ۲-۱۲ "

۱۳۔ چھوٹی بہو، ابن فرید ۷۵ پیسے

۱۴۔ گھریلو جھگڑے " ۲-۳۷

۱۵۔ بچے کی تربیت " ۳-۳۷

۱۶۔ نگینے " ۱-۳۷

۱۷۔ بُشریٰ کے خطوط " ۱-۰۰

۱۸۔ اسلامی زندگی ۲-۵۰

۱۹۔ عورت کیا کچھ کر سکتی ہے ۱-۲۵

۲۰۔ مجرم کون ۲-۲۵

۲۱۔ فردوس کی راہ اول ۲-۲۵

۲۲۔ " " دوم ۳-۵۰

۲۳۔ تعمیرِ حیات ۲-۷۵

۲۴۔ پردہ اور قرآن ۳۷ پیسے

ادارہ بتول۔ اچھرہ۔ لاہور